# کیا اُردو کے نفاذ سے ہم ترقی و ٹیکنالوجی میں پیچھے رہ جائیں گے؟

## دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان اپنے ہی ملک میں غریب الوطن کیوں؟

ڈاکٹر محمد شریف نظامی پی ایچ ڈی (کیمسٹری) ریسرچ ایڈوائزر مسقط یونیورسٹی صدر پاکستان قومی زبان تحریک

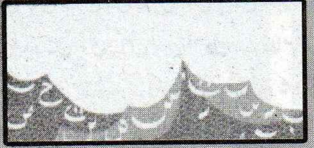
محترم ڈاکٹر شریف نظامی پاکستان قومی زبان تحریک کے پلیٹ فارم سے 2010ء سے نفاذ اردو کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اگرچہ انہیں انگریزی پر پوری دسترس حاصل ہے ان کے پی ایچ ڈی مقالے پر گلاسگو یونیورسٹی کے پروفیسر نے اپنے کمنٹس میں ان کی اعلیٰ انگریزی کا اعتراف کیا' وہ پی سی ایس آئی آر سے بطور چیف سائنٹیفک آفیسر ریٹائر ہوئے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اردو کو ہی عصری و سائنسی علوم کی تفہیم کے لئے بہترین ذریعہ تعلیم سمجھا اور اس کے نفاذ کے لئے اپنی تمام توانائیاں وقف کر دیں۔ ان کی تحریک کا ثمر گزشتہ ماہ 8 ستمبر کو اس وقت سامنے آیا جب بیرسٹر کوکب اقبال کی 13 سال پرانی درخواست پر چیف جسٹس سپریم کورٹ جواد ایس خواجہ نے اردو کے نفاذ کا تاریخی فیصلہ دیا اور حکومت کو فوری طور پر تمام شعبوں میں 90 دن کے اندر اردو کے نفاذ کا حکم جاری کر دیا۔

اس تاریخی فیصلے کی خوشی میں گزشتہ دنوں کاسموپولیٹن کلب لاہور میں جناب شریف نظامی کی صدارت اور جناب امیر العظیم ناظم اطلاعات جماعت اسلامی پاکستان کی میزبانی میں پاکستان قومی زبان تحریک کا عشائیہ ہوا جس میں عدالتی فیصلے کے بعد اس کے نفاذ کے لئے جاری کوششوں کا جائزہ بھی لیا گیا۔ اجلاس میں مدیر مجلّہ محترم قاضی کاشف نیاز بھی شریک ہوئے۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا' تجاویز پیش کیں اور اکابرین کو نفاذ اردو کے سلسلے میں عدالتی فیصلے کی مبارکباد دی۔ اس اجلاس میں محترم ڈاکٹر شریف نظامی نے اردو کے حوالے سے الحرمین کے لئے اپنا خصوصی مقالہ بھی مدیر مجلّہ کے حوالے کیا جو قارئین کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہے۔ ادارہ

### تاریخی اہمیت:

گلکرسٹ (ایک انگریز) نے سب سے پہلے اُردو کو فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں ۱۸۰۰ء میں اپنایا اور اس میں متعدد قابل قدر تصانیف مکمل کروائیں۔ ۱۹۱۸ء میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد (دکن) میں اسے بطور ذریعہ تعلیم اپنایا گیا۔ سائنس، انجینئرنگ، آرٹس اور جملہ علوم، ایم اے، ایم ایس سی کی سطح تک، اردو میں ہی پڑھائے جاتے رہے۔ اس کے بعد ۱۹۲۷ء میں میڈیکل کی تعلیم بھی اُردو میں شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۸ء میں بھارت نے اس پر غاصبانہ قبضہ کر کے یہ سلسلہ ختم کر دیا۔ مشرقی پنجاب کے انجینئرنگ کالج رُڑکی میں ۱۹۳۵ء میں ذریعہ تعلیم اُردو ہی تھی۔ اسی طرح آگرہ میڈیکل کالج میں ۱۹۳۸ء کے دوران، اُردو اور انگریزی دونوں بطور ذریعہ تعلیم رائج تھیں۔ مزید یہ کہ ۱۹۴۱ء میں دہلی کالج میں یہی زبان ہی حصولِ علوم وفنون کا ذریعہ بنی۔ جامعہ ملّیہ دہلی میں نصف صدی تک تمام علوم اُردو میں پڑھائے جاتے رہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے ایک میڈیکل گریجویٹ کو ملٹری ہسپتال کا کمانڈنٹ آفیسر بنایا گیا اور اس کا اردو میں طب پڑھنا آڑے نہ آیا۔ ۱۹۳۵ء میں برٹش میڈیکل کالج کونسل نے یہاں کے فارغ شدہ میڈیکل گریجوایٹس کو برطانیہ میں براہ راست ایف آر سی ایس کا امتحان دینے کی اجازت دی۔ ان سب سے بڑھ کر چشم کُشا امر یہ ہے کہ ۱۸۰۷ء میں کلکتہ میڈیکل سکول میں انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ ۱۸۱۸ء میں لندن میں علوم شرقیہ کا ادارہ قائم کیا گیا۔ جس میں اٹھارہ اردو تصانیف کی گئیں۔ ۱۸۵۵ء میں یونیورسٹی کالج لندن، ۱۸۵۹ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی اور ۱۸۶۰ء میں کیمبرج یونیورسٹی میں اردو کی تعلیم و تدریس شروع کی گئی۔ متعدد حضرات نے لندن یونیورسٹی سے اردو میں پی ایچ ڈی کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ اسی طرح پروفیسر رالف رسل نے اردو کو برطانیہ میں مقبول بنانے کے لیے اس کے استاد شعراء پر کتب تحریر کیں۔ ملکہ وکٹوریہ اردو کی خوبیوں سے متاثر ہو کر اس کی اتنی شائق ہوگئی تھیں کہ اسے سیکھنا شروع کر دیا۔ وہ بعض اوقات اپنی ڈائری بھی اردو میں تحریر کیا کرتی تھیں۔

لسانیات



ڈاکٹر محمد شریف نظامی

### غیروں کی گواہی:

جب ۱۹۱۷ء میں عثمانیہ یونیورسٹی میں تمام مضامین اردو میں پڑھانے کا سوچا جانے لگا تو اس غرض کے لیے تعلیمی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں سارے ماہرین ہندوستانی اور صرف ایک گورا (انگریز) تھا۔ اس کے علاوہ

☆......اگر میڈیکل کی تعلیم برطانیہ' فرانس جرمنی اور ہالینڈ اپنی اپنی زبانوں میں دے سکتے ہیں تو بلاشبہ یہ اردو میں بھی ممکن ہے جیسا کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے میڈیکل گریجوایٹ ثابت کر چکے ہیں۔

☆......یونیسکو کی رپورٹ کے مطابق اردو دنیا کی دوسری بڑی زبان جبکہ چینی دنیا کی پہلی زبان ہے مگر وہ ایک ہی ملک اور خطہ تک محدود ہے' اس لحاظ سے اردو دنیا کی سب سے زیادہ رابطے کی زبان ہے۔

سب نے، ہمارے آج کل کے بلکہ پوری تاریخ پاکستان کے ارباب حل وعقد کی طرح، اسے رواج دینے کے راستے میں مشکلات کا تذکرہ شروع کردیا۔ بات کافی لمبی ہوگئی تو اس انگریز نے زور زور سے میز پر مکّے مارتے ہوئے کہا: ”تم کیا فضول بحث شروع کیے بیٹھے ہو۔ جب دوسو سال پہلے برطانیہ میں انگریزی کو لاطینی کی جگہ بطور ذریعہ تعلیم اختیار کئے جانے کی بات ہوئی تو بالکل ایسے ہی دلائل دیئے گئے۔ چھوڑو اس فضول بحث کو اور اردو میں تراجم کا کام شروع کردو“۔ اس پر کمیٹی میں سناٹا چھا گیا اور ارکان بغلیں جھانکنے لگے۔ کاش! اس گورے کی بات ہی مان کر اردو کو یوں اپنے وطن سے بے دخل نہ کیا جائے۔

آج ہماری حکومتیں بھی عثمانیہ یونیورسٹی کی تعلیمی کمیٹی کے مقام پر کھڑی ہیں۔ درحقیقت اردو ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بلکہ اس کا سبب کچھ اور ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

لارڈ چیمس فورڈ، وائسرائے ہند کی انگریزی ذریعہ تعلیم کے حوالے سے ۱۹۱۷ء میں دی گئی رائے بھی عقل و دانش کے دریچے کھولنے میں بہت مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ ایک موقعہ پر انہوں نے اس حوالے سے کہا: ”مقامی طالب علم نوکریوں کی غرض سے ایک مشکل اور غیر ملکی زبان کو طوطے کی طرح رٹ تو لیتے ہیں لیکن حاصل شدہ علوم پر انہیں بہت کم عبور حاصل ہوتا ہے۔ یہ تعلیم نہیں بلکہ تعلیم کا منہ چڑانا ہے۔“ واضح رہے کہ لارڈ صاحب نے یہ بات ماہرین تعلیم کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے کہی تھی۔

جب عثمانیہ یونیورسٹی کے اردو ایم بی بی ایس ڈاکٹروں کی صلاحیت کا ۱۹۳۵ء میں میڈیکل جنرل کونسل نے خوب جانچ پڑتال کے بعد جائزہ لیا تو رپورٹ دی: ”اگر میڈیکل کی تعلیم انگلستان، فرانس، جرمنی اور ہالینڈ و دیگر اپنی اپنی زبانوں میں دے سکتے ہیں تو بلاشبہ یہ اُردو میں بھی ممکن ہے جیسا کہ اس یونیورسٹی کے فارغ التحصیل میڈیکل گریجوایٹ ثابت کر چکے ہیں۔“




جان مولٹ سیکرٹری کونسل آف ایجوکیشن نے جب دہلی کالج کا معائنہ کیا تو تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا ”یہاں جو اردو میں تعلیم دی جاتی ہے' اس کا معیار قابل تعریف ہے۔“ روس میں بہت پہلے روسی اردو لغت تیار کی جاچکی تھی جسے اے پی۔ بارانی کوف نے تالیف کیا اور اس کے بعد کئی تصانیف مکمل کی گئیں جن میں سے ایک میں انیسویں صدی کے اردو شعراء کے کلام کا جائزہ لیا گیا تھا۔

## بین الاقوامی زبان:

ہمارے ہاں اردو غلام ہے جبکہ دوسری جانب حقیقت یہ ہے کہ آزاد ملک کی یہ ”غلام زبان“ مقبوضہ کشمیر میں ۱۸۴۶ء سے رائج ہے۔ وہاں کی سرکاری زبان اور میٹرک تک ذریعہ تعلیم ہے۔ چین کی پیکنگ یونیورسٹی میں ۱۹۵۶ء سے اردو کا ڈگری کورس جاری ہے اور وہاں کے مشہور شاعر انتخاب عالم (چینی نام: چانگ شی شون) سے اہل علم ودانش بخوبی واقف ہیں۔

تاشقند یونیورسٹی میں اردو ۱۹۴۳ء سے پڑھائی جارہی ہے۔ تاجکستان میں بچے بچے کو کلام اقبال سے محبت ہے۔ ہر گھر میں ان کا اردو کلام موجود ہے۔ لہٰذا علامہ اقبال کا صد سالہ جشن ولادت وہاں دھوم دھام سے منایا گیا تھا۔ برما کا صوبہ اراکان اردو بولتا اور سمجھتا ہے۔ وہاں اردوشناسوں کی کئی انجمنیں قائم ہیں۔ رحمٰن محمد جانوف ازبکستان کے اردو سکالر تھے۔ وسطی ایشیا کی ریاستوں کا ہر اردو جاننے والا ان کا شاگرد تھا۔ اس وجہ سے آپ پورے خطے میں ”استاد جی“ کے نام سے معروف تھے۔ اسی طرح ایک اردو دانشور تابش مرزا نے ۱۹۹۴ء میں اردو۔ ازبک اور اردو۔ روسی لغت تیار کی۔ ”استاد جی“ کی بیٹی سیارہ جواب بھی اردو پڑھاتی ہیں، کو صدر پاکستان نے تمغۂ حسنِ کارکردگی عطا کیا۔ اُردو اور اُزبکی زبان میں دس ہزار الفاظ مشترک ہیں۔ ترکی کی تین یونیورسٹیوں میں اُردو کے شعبے موجود ہیں۔ بیس سے زیادہ ممالک کے قومی ریڈیو اردو میں باقاعدگی سے پروگرام نشر کرتے ہیں۔ اوساکا میں ۱۹۲۲ء اور ٹوکیو میں ۱۹۴۵ء سے اردو پڑھائی جارہی ہے جبکہ مصر کے طلباء پنجاب یونیورسٹی سے اُردو میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لے چکے ہیں۔

پیرس میں ۱۶۶۹ء میں ”مدرسہ اشرافیہ“ قائم ہوا۔ مشہور فرانسیسی مستشرق پروفیسر گارسان دتاسی وہیں پڑھے اور بعد میں اردو کے پروفیسر تعینات ہوئے۔ پوری زندگی ”اپنے دیس میں پردیسی“ زبان کے فروغ کے لئے وقف کردی۔ ان کی اردو میں پانچ تصانیف اس کی عالمی حیثیت وصلاحیت کے حوالے سے بطور گواہ

☆......جب کسی زبان میں انسائیکلوپیڈیا طبع ہونے لگیں تو اسے ایک بین الاقوامی سطح کی زبان گردانا جاتا ہے۔ اس وقت اردو کے اٹھائیس سے زیادہ انسائیکلوپیڈیا ہیں جن میں کئی 25 جلدوں تک ہیں۔ اس طرح 1996ء تک اردو کی 669 لغات طبع ہو چکی ہیں۔

☆......اردو میں ساڑھے تین لاکھ اصطلاحات کئی سال پیشتر وجود میں آ چکی تھیں۔ اس طرح تنگ دامانی کا طعنہ سننے والی ہماری قابل فخر قومی زبان میں 250 سے زائد سائنسی سماجی علوم کے لئے اصطلاحات کا جامع ذخیرہ موجود ہے۔

اب بھی موجود ہیں۔ کینیا میں ۱۹۶۳ء تک اردو پڑھائی جاتی رہی لیکن جونہی انگریز نکلے اور ملک آزاد ہوا تو ساتھ ہی اردو کو بیک بینی دوگوش باہر نکال دیا گیا۔ جنوبی افریقہ کی ڈربن یونیورسٹی میں اب بھی بی اے تک اردو پڑھائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے مشہور عالم استاد اور اسلامی مبلغ و مناظر جناب احمد دیدات کا تعلق بھی جنوبی افریقہ ہی سے تھا جو بیک وقت اردو اور انگریزی کے شعلہ بیان خطیب تھے۔ یہ امر بھی قارئین کے لیے دلچسپی کا حامل ہوگا کہ امریکی، چینی، فرانسیسی، پرتگیزی اور اطالوی شعراء نے بھی اردو میں طبع آزمائی کی۔ فرانسیسی پروفیسر گارساں دتاسی نے ملکِ پاکستان میں دردر کے دھکے کھانے والی اردو کو دنیا میں انتہائی ترقی یافتہ زبانوں میں شمار کیا۔

یہاں قابل غور یہ افسوسناک امر ہے کہ ہر بار جب اردو پر اپنے ہی حملہ آور ہوتے ہیں تو دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اردو کا دامن تنگ ہے اور جدید علوم وفنون کے لئے ذریعہ تعلیم بننے کے قابل نہیں ہے۔ جن سے ہمارے دانشور اور اہل اقتدار عقل ودانش کی بھیک مانگتے ہیں، نہ جانے ان کے دماغ کیوں اتنے چل گئے ہیں کہ صدیوں سے اس "زبانِ بے زبان" کے لئے رطب اللسان رہے۔

**وُسعت وصلاحیّت:**

ماضی میں انگریزی کبھی بھی سائنسی زبان نہیں رہی۔ ۱۵۰۰ء تک اس پر فرانسیسی کا غلبہ تھا۔ پھر لاطینی کا طلسم چھا گیا (جیسا کہ عثمانیہ یونیورسٹی کی کمیٹی میں گورے نے تذکرہ کیا)۔ جب ان کے غلبہ سے نکلی تو بیکن کے پائے کے فلسفی اور نیوٹن جیسے سائنسدان پیدا ہوئے جنھوں نے ذاتی مشاہدے کو قومی زبان میں تحریر کیا اور اس کے بعد انگریز قوم میں بڑے بڑے دانشور اور سائنسدان پیدا ہونے لگے کیونکہ انہوں نے اپنی زبان میں سوچا اور اسی میں لکھا بھی۔ جہاں تک اردو کی وسعت وصلاحیت برائے ذریعہ تعلیم کا تعلق ہے تو اس پر ایک عالم گواہ ہے۔ دیگ میں سے صرف چند چاول پیش خدمت ہیں:

یہ وہ زبان ہے جو قرآن اور آسمانی کتب کا ترجمہ کرسکتی ہے، مختلف علوم وفنون پر بحث کرنے کے قابل ہے۔ اس وقت عربی کے بعد سب سے زیادہ اسلامی کتب وجرائد اُردو میں ہیں اور قرآن مجید کی ایک سو سے زیادہ تفاسیر موجود ہیں۔ مولانا مودودیؒ کی بیشتر کتب کا ترجمہ دنیا کی پچھتر زبانوں میں ہو چکا ہے۔ بلکہ تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ بولی اور پڑھی جانے والی زبان بھی اُردو ہی ہے۔ سرسید احمد خان اور علامہ اقبال کے جذبات کی مکمل اور بھرپور ترجمانی کے لائق ثابت ہو چکی ہے اور دنیا کی معروف بین الاقوامی زبانوں میں پیش کردہ افکار کو کامیابی سے اپنے اندر سمو سکتی ہے۔ سرراس مسعود (سرسیّد کے پوتے اور وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے بقول "ہندوستان، جس نے انگریزی کو بطور ذریعہ تعلیم اپنا رکھا ہے ایک ایسا لنگڑا اور اپاہج معلوم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ہاتھ پاؤں (اپنی قومی زبان اردو) سے کام نہیں لیتا بلکہ وہ ان لکڑیوں (انگریزی) کے سہارے اچھلتا ہے جو یہاں سے چھ ہزار میل دور ایک ملک میں تیار ہوتی ہیں"۔ اب سرتیج بہادر سپرو کی سنیے۔ "میں کئی یونیورسٹیوں کا ممتحن ہوں۔ عثمانیہ یونیورسٹی جہاں اردو ذریعہ تعلیم ہے، کے پرچے دیکھ کر مجھے احساس ہوتا ہے کہ اس کے طلباء جو کچھ لکھتے ہیں، سمجھ کر لکھتے ہیں جبکہ دوسرے صرف رٹا لگاتے اور یہی کچھ تحریر کرتے ہیں۔" "اس ضمن میں سابق وفاقی وزیر تعلیم ڈاکٹر افضل کے خیالات ملاحظہ ہوں۔ "اردو میڈیم میں پڑھے ہوئے طلباء کے نتائج انگلش میڈیم والوں سے بہتر ہوتے ہیں"۔ ڈاکٹر محمود عالم پاکستان کے نہایت مشہور ماہر امراض قلب تھے۔ انہوں نے میڈیکل سائنس پر متعدد کتب تحریر کیں۔ ان کی اُردو کتب نہایت سادہ زبان میں ہیں اور معمولی پڑھے لکھے شخص کی سمجھ میں آنے والی ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے ایک سابق چیف جسٹس جناب شیخ انوار الحق کے مطابق: "بیسویں صدی کے آغاز تک اسسٹنٹ سرجن کلاس کی تدریس انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی ہوتی رہی ہے۔ میڈیکل کی متعدد کتب کا ترجمہ اردو میں کیا گیا جو اب تک پرانی لائبریریوں میں موجود ہیں۔" دیکھئے! مقتدرہ قومی زبان کے سابق صدر نشین اور ممتاز ماہر تعلیم، ڈاکٹر جمیل جالبی جو بطور وائس چانسلر بھی خدمات انجام دیتے رہے ہیں، کیا فرماتے ہیں: "ایک زبان کی حیثیت سے اردو میں وہ ساری صلاحیتیں موجود ہیں جو ذریعہ تعلیم کے لئے لازم ہوتی ہیں"۔ ڈاکٹر غلام السیدین، علی گڑھ یونیورسٹی کے ٹریننگ کالج کے پرنسپل تھے اور بعد میں ریاست جموں کشمیر کے ڈائریکٹر تعلیمات بھی رہے، ان کے بقول: "ایک اوسط طالب علم کے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ وہ کسی مضمون کا مطالعہ ایک غیر زبان میں کرے۔ طلباء کی آدھی توجہ الفاظ پر ہوتی ہے اور آدھی مطلب پر۔ اس طرح بہت سا وقت اور محنت ضائع ہوجاتی ہے"۔ اب دیکھئے پنجاب یونیورسٹی کے ایک نہایت معروف وائس چانسلر اور مولانا ظفر علی خان کے بھائی پروفیسر حمید احمد خاں کا عمر بھر کا تجربہ کیا کہتا ہے۔ "میں نے انگریزی زبان کی تدریس وتحقیق میں عمر کا بڑا حصہ صرف کیا ہے اور میری معاش بھی اسی سے وابستہ ہے لیکن سچ پوچھیں تو پاکستان میں جتنا جلد اُردو کو ذریعہ تعلیم بنادیا جائے، ہمارے لئے اتنا ہی بہتر ہے۔"

☆......فرانسیسی پروفیسر گارسان وتاسی نے ملک پاکستان میں در در کے دھکے کھانے والی اردو کو دنیا کی انتہائی ترقی یافتہ زبانوں میں شمار کیا۔

☆......اردو دنیا کی واحد زبان ہے جسے پوری دنیا میں رائج کیا جاسکتا ہے کیونکہ دنیا کی مقبول ترین زبانیں ادھوری ہیں۔
اٹالین ماہر لسانیات ماؤ ریسی او

☆......اس وقت عربی کے بعد سب سے زیادہ اسلامی کتب وجرائد اردو میں اور قرآن مجید کی ایک سو سے زیادہ تفاسیر موجود ہیں۔ اردو سے دوری لوگوں کو اسلام سے دور کرنا ہے۔

جب کسی زبان میں انسائیکلو پیڈیا طبع ہونے لگیں تو اسے ایک بین الاقوامی سطح کی زبان گردانا جاتا ہے۔ اس وقت ۲۸ سے زیادہ اردو انسائیکلو پیڈیا موجود ہیں جن میں سے کئی کی ضخامت ۱۵ جلدوں سے لے کر ۲۳ جلدوں تک ہے۔ دوسری طرف اردو لغات کے معاملے پر غور کریں۔ ۱۹۹۶ء تک ۶۶۹ لغات طبع ہو کر مارکیٹ میں آچکی تھیں۔ پاکستان میں اردو کی کارگزاری بحیثیت کامیاب ذریعہ تعلیم کے لیے بابائے اردو کے قائم کردہ اردو کالج اور اُردو سائنس کالج کراچی کی مثالیں موجود ہیں جہاں ۱۹۶۹ء سے تمام مضامین ہماری قومی زبان میں پڑھائے جا رہے ہیں اور اچھی خاصی تعداد میں کتب تصنیف کی جا چکی ہیں۔ اردو زبان میں انگریزی کے ایک ایک لفظ کے مقابلے میں تین تین لفظ موجود ہیں کوئی سوچ، کوئی خیال اور کوئی نظریہ ایسا نہیں جو اس زبان میں ادا نہ کیا جاسکے۔ قومی اردو انگریزی لغت دو لاکھ الفاظ پر مشتمل ہے۔ یہ لغت دنیا میں کسی بھی موضوع پر انگریزی زبان کے مترادفات فراہم کرتی ہے اور دو سو سے زیادہ سائنسی علوم وفنون کا احاطہ کرتی ہے۔ علامہ اقبال کے اردو میں افکار عالیہ کا ترجمہ دنیا کی تمام قابل ذکر زبانوں میں ہو چکا ہے۔ یونیسکو کی ایک رپورٹ کے مطابق اُردو دنیا کی دوسری بڑی زبان ہے جبکہ اول نمبر پر چینی ہے۔ چینی زبان چونکہ صرف ایک ہی ملک اور دنیا کے محدود خطہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے لہٰذا مجموعی طور پر عالمی سطح پر دیکھا جائے تو اردو اس وقت سب سے بڑی زبان ہے۔

ہمارے انگریزی کے دلدادہ افسران بالا اور کار پردازان حکومت ملکی ماہرین کی آراء کو تو شاید زیادہ اہمیت نہ دیتے ہوں گے لیکن انہیں کم از کم ایک غیر جانبدار غیر ملکی اور مشہور ماہر لسانیات نیپال کے آنند راج اُپادھیائے کی رائے پر تو دھیان دینا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں ''اپنے پس منظر اور الفاظ و معانی کے اعتبار سے اردو زبان بہت امیر ہے۔ اس کی گہرائی اور گیرائی سمندر جیسی ہے'' ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان کے حوالے سے اٹلی کے ماہر لسانیات ماؤ ریسی۔ او کی رائے میں ''اردو دنیا کی واحد زبان ہے جسے پوری دنیا میں رائج کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی مقبول ترین زبانیں ادھوری ہیں''۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے کے مترادف ایک اور اعترافِ حقیقت ملاحظہ کریں۔ لاہور میں اردو اساتذہ کی ایک ایجوکیشن کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کے اختتام پر برٹش ہائی کمشنر نے ایک پریس ریلیز جاری کی جس کے الفاظ یہ تھے۔ ''۲۰۲۰ء تک اردو دنیا کی مقبول ترین زبان بن جائے گی۔'' البتہ جہاں تک بات ہماری سرکاری اردو پالیسیوں کا تعلق ہے تو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

موجودہ سرکاری پالیسیوں کے تناظر میں، شریف برادران اور ان کے حواریوں کے محسن' سابق صدر جنرل ضیاء الحق کے ایک بیان کا یہ اقتباس بھی نہایت قابل غور ہے: ''قومی زبان کی حیثیت مسلمہ ہے۔ اس لئے درس و تدریس کو اُردو میں ہی اپنانا چاہیے۔'' اسی طرح موجودہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے ایک مسلم لیگی پیشرو غلام حیدر وائیں (مرحوم) نے بھی کئی بار دوٹوک الفاظ میں یہی رائے دی، احکامات بھی جاری کئے لیکن وہ سب بھی وقت کی رو میں بہہ گئے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا۔

غیر ممکن ہے کہ حالات کی گُتھی سلجھے
''اہلِ دانش'' نے بہت سوچ کے الجھائی ہے

اُردو کی مندرجہ بالا خوبیوں اور قرار واقعی استحقاق کی بناء پر نامور ادیب اور دانش ور ڈاکٹر سید عبداللہ، سابق پرنسپل اورئینٹل کالج نے دوران حیات (ایک ہی موقع پر) پچاس لاکھ پاکستانیوں کے دستخطوں پر مشتمل محضر نامہ، اس وقت کے صدرِ مملکت کی خدمت میں پیش کیا کہ اس ''مظلوم'' پر مشقِ ستم کا سلسلہ اب ختم ہونا چاہیے۔ یونیسکو کی ایک رپورٹ کے مطابق: اگر کسی زبان میں تین سے چار لاکھ تک اصطلاحات کا ذخیرہ موجود ہو تو وہ بڑے اعتماد کے ساتھ ہر قسم کے علوم وفنون کا ذریعہ تعلیم بن سکتی ہے جبکہ اُردو میں ایسی ساڑھے تین لاکھ اصطلاحات کئی سال پیشتر تک وجود میں آچکی تھیں۔ اسی طرح، تنگ دامانی کا طعنہ سننے والی ہماری قابل فخر قومی زبان میں ۲۵۰ سے زائد سائنسی و سماجی علوم کے لئے اصطلاحات کا جامع ذخیرہ موجود ہے۔

بین الاقوامی اُفق اور کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی طرف نظر اٹھائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ امریکی ماہر لسانیات ڈونالڈ بیکر نے ذاتی استعمال کے لیے ''خوشنویس'' کے نام سے سافٹ ویئر ایجاد کی جس پر کئی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ اُردو کی جدید ترین علوم وفنون کو اپنے اندر بہ طریق احسن سمونے کی صلاحیت کا اندازہ اس امر سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جونہی دفتری وطباعتی کاموں کے لئے کمپیوٹر زیر استعمال آیا تو تھوڑے ہی عرصہ میں کراچی میں 'نوری نستعلیق'، اور'' نظامی نستعلیق'' کے ناموں سے سافٹ ویئر ایجاد کر لئے گئے اور کاتبوں کا کام حیرت انگیز طور پر، کمپیوٹروں نے شروع کر دیا۔ جبکہ اس وقت ایسے لا تعداد سافٹ ویئر بخوبی کام کر رہے ہیں۔ اس موقعہ پر یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ پاکستانی قوم اور اس کی قومی زبان اردو کی صلاحیتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے لیکن استعمار کے ایجنٹوں نے ان دونوں کو پا بجولاں کر رکھا ہے۔ بقول احمد ندیم قاسمی۔

حُسنِ تخلیق کی دھرتی میں جڑیں کیا پھیلیں
تم نے انسان کو گملوں میں سجا رکھا ہے